پروفیسر عبد الماجد (مانسہرہ)

کائنات میں غور و فکر اور معرفت ربانی

تفکر کائنات میں غور و فکر کو کہا جاتا ہے یعنی پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کی جو نشانیاں (آیات) پھیلی ہوئی ہیں، ان میں سوچ اور فکر کر کے رب ذوالجلال کی معرفت حاصل کرنا۔ تفکر معرفت کا سبب ہونے کی وجہ سے افضل عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسن بن عامرؒ نے فرمایا کہ میں نے بہت سے صحابہؓ سے سنا کہ ایمان کا نور اور روشنی تفکر ہے۔ (معارف القرآن، ج ۲، ص ۲۶۷) حسن بصریؒ کا قول ہے تفکر ساعة خیر من قیام لیلة یعنی ایک ساعت کا قیام پوری رات کے قیام (عبادت) سے افضل ہے۔ حضرت علیؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آیات قدرت میں غور و فکر کرنے کے برابر کوئی عبادت نہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے تفکر کو افضل ترین عبادت قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا خدائے پاک کا علم۔ پھر صحابہؓ نے پوچھا کون سا علم مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا خدائے پاک کا علم۔ صحابہؓ نے عرض کیا، ہم عمل کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں اور آپ علم کے متعلق جواب دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا خدا کے علم کے ساتھ تھوڑا عمل بھی نفع دیتا ہے اور جہالت کے ساتھ زیادہ عمل بھی فائدہ نہیں دیتا۔ (ابن عبد البرؒ، احیاء العلوم)

اس حدیث پاک میں جس چیز پر زور دیا گیا ہے، وہ خدائے پاک کا علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں جاننا۔ اس کے اعمال اور صفات کا علم حاصل کرنا اور اس کے مختلف تخلیقی کارناموں اور کرشمہ سازیوں سے واقف ہونا اور اس کی کبریائی عظمتوں سے واقفیت حاصل کرنا ہی اصل میں اللہ تعالیٰ کا علم حاصل کرنا ہے ذات۔ باری تعالیٰ کی کنہ وحقیقت سے کوئی انسان واقف نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ انسانی حواس وعقل سے وراء الورا ہے اس لیے اس کی ذات میں غور و فکر سے منع کیا گیا ہے اور کائنات میں غور وفکر کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اکابر معرفت کی وصیت ہے۔ تفکروا فی آیات اللہ ولا تفکروا فی اللہ (بحوالہ معارف القرآن ج ۲ ص ۲۶۹)

قرآن عظیم کی کئی آیات میں تفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ سورہ آل عمران کے آخری رکوع میں اولوا الالباب (عقل مندوں) کی ایک اہم صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین وآسمان کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں لیکن وہاں تفکر سے پہلے ذکر اللہ کو بیان کیا ہے کیونکہ تنہا فکر کافی نہیں بلکہ گمراہی کا سبب بھی ہو سکتا ہے اس لیے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عظمت کا استحضار انتہائی ضروری ہے۔ کافر بھی کائنات میں غور و فکر کرتا ہے لیکن وہ اسباب وعلل سے آگے نہیں جا سکتا۔ جبکہ مومن آفاق والنفس میں غور و فکر سے رب تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا علم حاصل کر کے تعرف خدا تعالیٰ حاصل کرتا ہے۔ کائنات میں غور و فکر سے مراد تمام مخلوقات عالم کے عجائبات میں سوچ بچار اور ان کا علم (مراد) ہے۔ صرف زمین پر نباتات وحیوانات کی ۱۵ لاکھ سے زیادہ اقسام (Species) ہیں۔ مثلاً تمام انسان ایک قسم ہیں۔ تمام چیونٹیاں اربوں کھربوں کی تعداد میں ایک قسم ہیں۔ تمام کوے ایک نوع ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

پھر ایک ایک قسم کے اندر رب تعالیٰ کی بے شمار قدرتیں اور نشانیاں ہیں جن کے لیے دفتر کے دفتر درکار ہیں مثلاً صرف پودوں کے اندر خوراک کے تیار کرنے کا نظام کو سمجھنے اور بیان کرنے کے لیے ہزاروں صفحات پر مشتمل کتابیں لکھی گئیں ہیں لیکن ابھی تک ماہرین نباتات (Botanists) یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اس حوالہ سے سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ سعدیؒ آج سے سینکڑوں سال قبل یہ بات مومنانہ فراست سے کہہ چکے ہیں

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتر ایست معرفت کردگار

یعنی ایک ہوشیار اور عقل مند آدمی کی نظر میں درختوں کے سبز پتوں میں پروردگار کی معرفت کے دفتر موجود ہیں یعنی یہ سبز پتے کیسے اور کس انداز سے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر کے فضا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتے ہوئے زمین سے پانی اور نمکیات کو ملا کر گلوکوز اور شکر تیار کرتے ہیں اور رب تعالیٰ کی گلوکوز اور شکر بنانے کی یہ فیکٹریاں ایسی ہیں جو باقی تمام حیوانات اور انسانوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں لگی ہوئی ہیں اور کبھی بند نہیں ہوتیں۔

ایک شاعر نے کیا پیاری بات کہی ہے کہ

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہ لا شریک لہ گوید

یعنی زمین سے جو گھاس اور جو پودا بھی نکلتا ہے، وہ گواہی دے رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، وہ اکیلا ہے۔ یعنی سامنے شکل کے لحاظ سے بھی کہ صرف اکیلی شاخ ہے بھی اور پھر اپنے اندر کے پورے پیچیدہ نظام کے لحاظ سے بھی۔

علاوہ ازیں جدید سائنس نے (خصوصاً فلکیات جدیدہ نے) تفکر کی مزید راہیں کھولی ہیں اور جس زمین، چاند اور سورج کو ہم کل کائنات سمجھتے تھے، وہ سارا نظام شمسی کل کائنات کے مقابلے میں ایک ذرہ کے برابر نکلا۔ انسان نے جب تحقیق کی اور زمین سے آسمان تک کی وسعتوں کا مشاہدہ کیا تو خدا کی عظمت کے بے شمار نشان نظر آئے۔ مثلاً

ہماری زمین کا قطر بارہ ہزار سات سو چون کلو میٹر (۱۲۷۵۴) ہے جبکہ جوپیٹر (Jupitor) کا قطر ایک لاکھ بیالیس ہزار سات سو چون کلومیٹر (۱۴۲۷۵۴) ہے اور نظام شمسی کے مرکز یعنی سورج کا قطر (Diameter) چودہ لاکھ کلومیٹر (۱۴۰۰۰۰۰) ہے یعنی زمین سے ۱۰۹ گنا بڑا۔ قطر کی یہ وسعت کم نظر آنے لگتی ہے جب ہم اپنی کہکشاں کا قطر معلوم کرتے ہیں۔ ایک لاکھ کو جب ۹۵ کھرب سے ضرب دی جائے تو اس کے حاصل ضرب کے برابر کلومیٹر کا قطر ہماری کہکشاں (Milkyways) کا ہے جس کا عرض ہزار x کھرب کلو میٹر ہے۔ اسی کہکشاں میں ہمارا نظام شمسی ہے اور اس میں ایک لاکھ ملین یعنی سو ارب ستارے (.) پائے جاتے ہیں۔ ہمارا پورا نظام شمسی اس کہکشاں کے ایک کونے میں چھوٹا سا ٹکڑا نظر آتا ہے۔ اور سائنسی تحقیق سے ایسی ہی مزید ایک سو ارب کہکشاؤں کا سراغ لگایا جا چکا ہے۔ یہ تو جسامت کے لحاظ سے کائنات کی وسعت کا اندازہ تھا۔ اب فاصلوں کے حوالہ سے اندازہ کیجئے کہ زمین سورج سے صرف کروڑ میل دور ہے جبکہ نیپچون (Neptune) سورج سے چار ارب ۴۹ کروڑ ۵۰ لاکھ کلومیٹر (۴۴۹۵۰۰۰۰۰۰) دور ہے۔ پلوٹو (Pluto) کا سورج سے فاصلہ پانچ ارب ۹۱ کروڑ کلومیٹر ہے۔ یہ فاصلے اس وقت بہت معمولی رہ جاتے ہیں جب کہ ملکی وے (Milkyway) کا فاصلہ ۹۲ ہزار x ایک ہزار x ایک ارب کلومیٹر کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ مزید کہکشاؤں کے فاصلے جو کہ اب متعین ہو رہے ہیں، وہ ہندسوں یا لفظوں میں پورے نہیں لکھے جا سکتے۔

اب ذرا آگے بڑھیے اور وقت کے حوالہ سے کائنات کی وسعت کا اندازہ لگائیے۔ جدید زمانے کے ریڈیائی ہیئت دانوں نے ایک کہکشانی نظام کا مشاہدہ کیا ہے جس کے متعلق اندازہ ہے کہ اس کی جو شعاعیں اس سے چار ارب نوری سال سے بھی پہلے روانہ ہوئی تھیں، وہ آج ہم تک پہنچی ہیں۔ ستاروں کا فاصلہ ماپنے کے لیے ہمارے اعداد و شمار ناکافی ہیں اس لیے نوری سال کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔ نور یعنی روشنی ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر سے زیادہ سفر طے کرتی ہے۔ اس طرح ایک سال میں اس کا سفر تقریباً ۹۵ کھرب کلومیٹر بنا۔ یہ فاصلہ نوری سال کا ہے۔ اب ۴ ارب کو ۹۵ کھرب سے ضرب دیجئے تو کہکشاں کا ایک سرے سے دوسرے تک کا فاصلہ یا وقت معلوم ہوگا۔ ایک روشنی جو ایک کہکشاں سے چلی ہے، وہ ہمارے کرہ (زمین) تک کتنے وقت میں پہنچی؟ تازہ ترین مشاہدے میں ایسی کہکشائیں بھی دیکھی گئی ہیں جن کی روشنی ہم تک دس ارب نوری سال میں پہنچی ہے یعنی اس نے دس ارب ۹۵ کھرب کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا ہے۔

ہماری کہکشاں جو کہ ایک سو ارب ستاروں پر مشتمل ہے، قریب ترین کہکشاں سے ۲۰ لاکھ نوری سال کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ تمام کہکشائیں بڑی دوربین (Telescope) سے نظر آتی ہیں۔ ہم اپنی آنکھ سے صرف چار کہکشائیں دیکھ سکتے ہیں۔ ہماری کہکشاں انیس (۱۹) دیگر کہکشاؤں کے ساتھ مل کر ایک گروپ بناتی ہے۔ اس گروپ کا قطر پچاس لاکھ نوری سال ہے۔

یہ تمام کہکشائیں ہم سے نیز ایک دوسرے سے دور جا رہی ہیں اور کائنات میں زبردست توسیع ہو رہی ہے۔ ماہرین فلکیات کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ

All the galaxies are racing away from us R from each other

___ this suggests that the whole Universe is expanding.

تمام کہکشائیں ہم سے نیز ایک دوسرے سے دور بھاگ رہی ہیں .... معلوم ہوتا ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے۔

(بحوالہ میری آخری کتاب، ڈاکٹر غلام جیلانی برق، ص ۲۰)

سورج صرف آگ کا کرہ ہی نہیں بلکہ قدرت نے اس کو برقی قوت کا منبع بھی بنایا ہے۔ اس سے جو توانائی (energy) خارج ہوتی ہے، وہ فی سیکنڈ چالیس لاکھ ٹن ہوتی ہے اور وہ اس حساب سے ۲۴ گھنٹوں میں ۳ کھرب ۴۵ ارب ۹۰ کروڑ ٹن قوت خارج کرتا ہے۔ جو طاقت زمین کے حصے میں آتی ہے، وہ دن بھر میں فی مربع میل ۴۵ لاکھ ہارس پاور ہوتی ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ سورج کیا ہوا۔ ایک عظیم ترین ہارس پاور ہے۔ اور ساتھ ساتھ یہ سوچئے کہ یہ طاقت سورج کی پیدائش سے اب تک کتنے ٹن خارج ہوئی ہوگی۔ کروڑوں سال سے بے انتہا اخراج حدت کے باوجود اس کی طاقت میں نہ کمی ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ اس میں اس کے خالق نے ایسا انتظام کیا ہے کہ طاقت خود بخود بنتی رہتی ہے۔ سورج کی سطح کی حدت ۵ ہزار ۵ سو سنٹی گریڈ ہے اور مرکزی حصے کی حدت کا اندازہ ۵ کروڑ سنٹی گریڈ کیا گیا ہے۔

آفاق کا یہ مختصر سا خاکہ رب العالمین کی کائنات میں سے ایک چھوٹی سی جھلک ہے ورنہ ابھی تک سائنس دان یہ تاکید سے کہتے ہیں کہ جو کائنات ہم نے دریافت کی ہے، اس سے کہیں زیادہ کائنات کا وہ حصہ ہے جو ابھی دریافت نہیں ہوا۔ کائنات کے اس مختصر سے خاکے کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ انسان کائنات کی ان تمام وسعتوں پر غور و فکر کرے اور اس غور و فکر کے نتیجے میں خالق کائنات کی عظمت وقدرت کا جو احساس وادراک حاصل ہو اور جو کیفیت قلب میں پیدا ہو، اس کے نتیجے میں رب تعالیٰ کی حکمت وقدرت کے ظہور کے بعد علیٰ وجہ البصیرت ایمان حقیقی کی بنیاد بنے اور آج کا جدید انسان ان تمام وسعتوں کا مطالعہ کے بعد دل کی